علاّمہ شبلی نعمانی کی سیرت شناسی کا تنقیدی جائزہ

ڈاکٹر عباس حیدر زیدی *

کلیدی کلمات : سیرت، عصمت، رسولؐ، جنگ بدر، اسرائیلیات۔

خلاصہ :

علامہ شبلی نعمانی کی شہرت یافتہ کتاب ''سیرۃ النبی ''میں ایسی روایات بھی ہیں جو رسول اللہؐ کی شان کے منافی ہیں۔ علامہ شبلی نے گو رسول اکرمؐ کی سیرت کو تاریخ اور حدیث کے حوالوں سے بیان کیا اور اس سلسلہ میں انھوں نے رسول اکرمؐ کی عظمت و رفعت کو بہترین طریقے سے پیش کیا ہے، لیکن انھوں نے اپنی سیرت میں بعض ایسی باتیں بھی رسول اکرمؐ کے متعلق لکھیں ہیں، جو رسول اکرمؐ کی عصمت و منزلت کے خلاف نظر آتیں ہیں اور جو کسی طرح بھی اس نبی مکرمؐ کو زیب نہیں دیتیں، جو عالمین کے لئے نمونہ عمل بنا کر اللہ کی طرف سے بھیجا گیا ہو۔ اس مقالے میں شبلی کی نقل کردہ ایسی روایات کا تنقیدی جائزہ پیش کیا گیا ہے اور رسول اللہؐ کی ذات مبارک کے بارے میں شبہات پیدا کرنے والی روایات کی نشاندہی کی گئی ہے۔ شبلی کی کتاب میں پائی جانے والی ان روایات سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کی فکری تربیت جس نہج پر ہوئی تھی، اس کے اثرات ان کی سیرۃ النبی میں بھی ظاہر ہوئے۔ ان روایات کی روشنی میں یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ شبلی کی کتاب سیرۃ النبی اردو ادب میں اگرچہ اہم مقام رکھتی ہے، تاہم ان کی کتاب کو رسول اللہؐ کی سچی سیرت قرار نہیں دیا جا سکتا۔

علامہ شبلی نعمانی کی جس کتاب کو زیادہ شہرت ملی، وہ ان کی رسول اللہؐ کی سیرت مبارکہ پر لکھی گئی کتاب ''سیرۃ النبی'' ہے۔ ہم نے اپنے مقالے میں ان کی سیرۃ النبی میں رسول اکرمؐ کے حوالے سے ان روایات کی جانب نشاندہی کی ہے، جن میں رسول اللہؐ کی شان کے منافی روایات رقم کی گئی ہیں۔ علامہ شبلی نے گو رسول اکرمؐ کی سیرت کو تاریخ اور حدیث کے حوالوں سے بیان کیا اور اس سلسلہ میں انھوں نے رسول اکرمؐ کی عظمت و رفعت کو بہترین طریقے سے بیان کیا لیکن انھوں نے اپنی سیرت میں بعض ایسی باتیں بھی رسول اکرمؐ کے متعلق لکھیں ہیں، جو رسول اکرم (ص) کی عصمت و منزلت کے خلاف نظر آتیں ہیں اور جو کسی طرح بھی اس نبی مکرم کو زیب نہیں دیتیں، جو عالمین کے لئے نمونہ عمل بنا کر اللہ کی طرف سے بھیجا گیا ہو۔ ہم یہاں چند مثالیں شبلی کی سیرت سے پیش کرتے ہیں۔ شبلی عرب کی افسانہ گوئی کے ضمن میں بیان کرتے ہیں:

بچپن میں ایک دفعہ آنحضرت نے بھی اس جلسہ میں شریک ہونا چاہا تھا لیکن اتفاق سے راہ میں شادی کا کوئی جلسہ تھا، دیکھنے کے لئے کھڑے ہو گئے وہیں نیند آ گئی، اٹھے تو صبح ہو چکی تھی۔ ایک دفعہ اور ایسا ہی اتفاق ہوا اس دن بھی یہی اتفاق پیش آیا۔ چالیس برس کی مدت میں صرف دو دفعہ اس قسم کا ارادہ کیا لیکن دونوں دفعہ توفیق الٰہی نے بچا لیا کہ "تیری شان ان مشاغل سے بالاتر ہے۔ (1)

---

* ۔ پی۔ایچ۔ڈی، پاکستان اسٹڈی سینٹر، جامعہ کراچی۔

شبلی نے روایت کے لیے بزاز اور مستدرک کا حوالہ دیا ہے۔ یہ روایت بھی رسول اللہؐ کی شان کے منافی اور جعلی معلوم ہوتی ہے کہ جس میں مسلسل رسول اللہؐ کی غلطیوں کو بیان کیا گیا ہے۔ اگر اس روایت کو تسلیم کرلیا جائے تو ماننا پڑے گا کہ:

۱۔ رسول اکرمؐ عربوں کی افسانہ گوئی سننے سے رغبت رکھتے تھے۔

۲۔ شادی کے جلسہ کو دیکھنے میں رسول اللہؐ نے دلچسپی لی۔

۳۔ اتنی گہری نیند آئی کہ جب آنکھ کھولی تو صبح ہو چکی تھی۔

۴۔ رسول اللہؐ نے دو مرتبہ یہی غلطی کی۔

۵۔ توفیق الٰہی کی وجہ سے رسول اللہؐ ان فضول باتوں سے بچ گئے۔

۶۔ جو نیند طاری ہوئی وہ گویا توفیق الٰہی تھی۔

اس روایت کو تسلیم کرنے سے یہ ماننا پڑے گا کہ نعوذ باللہ رسول اللہؐ اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کرنے کی کوشش کرتے تھے لیکن توفیق الٰہی انہیں بچا لیتی تھی۔ اس روایت کے ضمن میں شبلی نے فٹ نوٹ میں "سرولیم میور" کا بیان ان کی کتاب" لائف آف محمد" سے رقم کیا ہے، جو خود شبلی کی نقل کردہ حدیث کا اُلٹ ہے لیکن رسول اللہ کے بارے میں سچی بات ہے، جو یہ ہے: "ہماری تمام تصنیفات محمد کے بارے میں ان کے چال چلن کی عصمت اور ان کے اطوار کی پاکیزگی پر جو اہل مکہ میں کمیاب تھیں، متفق ہیں۔([2])

اسی طرح شبلی جنگ بدر کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر کی رائے جو قیدیوں کے بارے میں تھی، رسول اکرمؐ نے نظرانداز کر دی اور حضرت ابوبکر کی رائے کو پسند کرکے قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا تو وہ کہتے ہیں:

"اس پر خدا کا عتاب آیا اور یہ آیت اتری: "اگر خدا کا نوشہ پہلے نہ لکھا جا چکا ہوتا تو جو کچھ تم نے لیا، اس پر بڑا عذاب نازل ہوتا۔"آنحضرت اور حضرت ابوبکر یہ عتاب ربانی سن کر رو پڑے۔"([3])

شبلی عتاب کا سبب یہ بیان کرتے ہیں کہ "صحیح مسلم اور ترمذی دونوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عتاب فدیہ لینے اور مال غنیمت کے لوٹنے پر تھا۔"([4])

عجیب بات یہ ہے کہ رسول اللہؐ نے چونکہ حضرت عمر کی بات نہیں مانی، لہٰذا عتاب کی آیت نازل ہوئی۔ گویا حضرت عمر کی بات کو رد کرنے کے نتیجہ میں ایسا ہوا۔ اگر اس جانب توجہ کی جائے کہ عتاب فدیہ لینے اور مال غنیمت کے لوٹنے پر تھا تو اس سے بھی نبی اکرم کی نبوت پر حرف آتا ہے۔ قطع نظر اس کے کہ اس کے بطلان پر دلائل پیش کیے جائیں، اتنا ہی کافی ہے کہ رسول اللہؐ سے کوئی غلطی سرزد نہیں ہو سکتی کہ ان پر خدا کی طرف سے عذاب آئے جبکہ وہ خود اللہ ہی کے رسول ہیں، جو کہ امت کی ہدایت و رہبری کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ اگر یہ فرض کرلیا جائے کہ رسول اللہؐ سے غلطی کرنے کے نتیجہ میں عذاب آتا تو پھر تو حضرت عمر کو رسول اللہؐ سے بھی افضل قرار دینا چاہئے کہ جن کی موافقت اور رسول اللہؐ کی مخالفت میں اللہ کا عذاب خود اللہ کے رسولؐ پر آتا۔ لہٰذا یہ بات کسی طرح بھی قبول نہیں کیا جا سکتی کہ حضرت عمر کی حیثیت خود اللہ کے رسول سے بھی بڑھ جائے کہ جن کی نافرمانی پر رسول اللہؐ پر بھی عذاب نازل ہو۔ اسی طرح جنگ احد کے بیان میں شبلی کہتے ہیں کہ جب رسول اکرمؐ پر حملہ ہوا تو "اسی حالت میں آپ کی زبان سے عبرت کے لہجہ میں یہ لفظ نکلا" وہ قوم کیا فلاح پا سکتی ہے جو اپنے پیغمبر کو زخمی کرتی ہے۔" بارگاہ خداوندی میں یہ الفاظ پسند نہ آئے اور یہ آیت اتری: "تم کو اس معاملہ میں کچھ اختیار نہیں۔"([5])

شبلی کہتے ہیں کہ صحیح بخاری میں غزوہ احد میں یہ واقعہ مذکور ہے۔ یہاں بھی شبلی کا یہ کہنا کہ رسول اللہؐ کے الفاظ اللہ کو پسند نہ آئے، یہ ظاہر کرتا ہے کہ ان کے نزدیک رسول اللہ اپنی طرف سے اللہ کے حکم کے برخلاف بھی کہتے تھے، جو کہ قرآن کی آیت: ''وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحيٌ يُّوحَى۔''اور وہ تو اپنی نفسانی خواہش سے کچھ بولتے ہی نہیں۔ یہ تو بس وحی ہے جو بھیجی جاتی ہے۔" ([6])اور ''وَمَا تَشَاؤُنَ اِلَّا اَنْ يَشَاءَ اللهُ''۔اور جب تک خدا کو منظور نہ ہو تم لوگ کچھ بھی چاہ نہیں سکتے۔" ([7])کے خلاف ہے۔ چنانچہ شبلی کا کہنا کہ اللہ کو رسول اللہؐ کی بات بری لگی، حقیقت سے بعید بات ہے اور خود رسول اللہؐ کی شان کے خلاف ہے۔اسی طرح شبلی رسول اکرمؐ کے یہودیوں سے تعلقات کے حوالے سے کہتے ہیں:

اہل عرب کی عادت تھی کہ بالوں میں مانگ نکالتے تھے، بخالف اس کے یہودی بالوں کو یوں ہی چھوڑ دیتے تھے۔ آنحضرت بھی یہودیوں ہی کی مدافعت میں چھوڑ دیتے تھے۔ صحیح بخاری میں ہے: ''اور آنحضرت ان چیزوں میں جن میں کوئی خاص حکم الٰہی نہیں ہوتا تھا اہل کتاب کی موافقت کرتے تھے"۔۔۔ایک دفعہ ایک یہودی نے حضرت موسیٰ کی فضیلت اس طرح بیان کی کہ جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ آنحضرت سے بھی افضل ہیں۔اس پر ایک انصاری کو غصہ آگیا۔انھوں نے اس کو تھپڑ مارا۔یہودی نے آنحضرت سے شکایت کی۔آپ نے فرمایا: "مجھ کو اور پیغمبروں پر (ایسی) فضیلت نہ دو (جس سے ان کا نقص لازم آئے) قیامت کے دن لوگ بے ہوش ہو جائیں گے اور سب سے پہلے مجھ کو ہوش آئے گا۔ اس وقت میں دیکھوں گا کہ موسیٰ عرش کا پایہ تھامے کھڑے ہیں۔'' ([8])

شبلی نے اس روایت کے لئے صحیح بخاری کا حوالہ دیا ہے۔انھوں نے یہی روایت بخاری ہی کے حوالے کے ساتھ ایک اور جگہ بھی مختصر بیان کی ہے، جس میں رسول اللہؐ نے فرمایا: ''مجھ کو انبیاء پر فضیلت نہ دو۔'' ([9])

اسی طرح شبلی کہتے ہیں:

''قرآن میں جب تک کوئی خاص حکم نہیں آتا تھا۔ آنحضرت توراۃ کے احکام کی پابندی فرماتے تھے۔چنانچہ اکثر مسائل مثلاً قبلہ نماز، رجم، قصاص، بالمثل وغیرہ وغیرہ میں جب تک خاص وحی نہیں آئی آنحضرت نے توراۃ ہی کی پابندی فرمائی۔'' ([10])

پہلی بات تو یہ ہے کہ اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ رسول اللہؐ کوئی خاص حکم خدا نازل نہ ہونے کی صورت میں یہودیوں کی موافقت کرتے تھے تو اس صورت میں تو شریعت محمدی کو معطل ہو جانا چاہئے۔ جبکہ رسول اللہؐ کی شریعت کے آنے کے بعد پچھلے تمام انبیاء کی شریعتیں منسوخ ہو گئیں۔ایک واقعہ کے ذیل میں شبلی نے خود لکھا ہے کہ: "یہودیوں نے آپ کا حکم سنا تو بولے یہ شخص بات بات میں ہماری مخالفت کرتا ہے۔" ([11])

جب رسول اللہ بات بات میں یہودیوں کی مخالفت کرتے تھے تو شبلی کی یہ بات کسی طرح قبول نہیں کی جاسکتی کہ وہ یہودیوں کی موافقت کرتے تھے۔ دوسری بات یہ ہے کہ صحیح بخاری کی روایت سے جو نتائج نکلتے ہیں، وہ رسول اللہ کو حضرت موسیٰ سے کم تر ظاہر کرتے ہیں۔ رسول اللہ کا یہ کہنا کہ انہیں دیگر انبیاء پر فضیلت نہ دی جائے اور قیامت کے دن ان کا بے ہوش ہو کر ہوش میں آنے کے بعد حضرت موسیٰ کو دیکھنا کہ وہ عرش کا پایہ تھامے کھڑے ہیں۔ یہ ایسی باتیں ہیں کہ جو رسول اکرمؐ کو دیگر انبیاء اور خاص طور پر حضرت موسیٰ سے کم تر ظاہر کرتی ہیں۔رسول اکرمؐ کی حیثیت کم کرنے کے لئے ایسی احادیث گھڑی گئیں کہ جنھیں ''اسرائیلیات'' کہا جاتا ہے۔ بظاہر یہ روایت بھی انھیں میں سے ایک ہے اور اہم بات یہ ہے کہ خود صحیح بخاری میں آئی ہے۔لہٰذا شبلی کو اس روایت کی تردید کی جرات نہ ہو سکی۔اسی طرح غزوہ حنین کے موقع پر شبلی کہتے ہیں کہ حضرت شیما جو رسول اکرمؐ کی رضاعی بہن تھیں گرفتار ہو کر آئیں تو لوگ تصدیق کے لئے رسول کے پاس لائے انھوں نے پیٹھ کھول کر دکھائی کہ: ''ایک دفعہ بچپن میں آپ نے دانت سے کاٹا تھا یہ اسی کا نشان ہے۔'' ([12])

شبلی نے اس روایت کے لئے طبقات ابن سعد، طبری اور اصابہ کا حوالہ دیا ہے۔اس میں بھی رسول اللہؐ کی توہین نظر آتی ہے کہ انھوں نے بچپن میں حضرت شیماکے اتنے زور سے کاٹا تھا کہ اس کا نشان خود حضرت شیما کے لئے رسول اللہؐ کی رضاعی بہن کی علامت بن گیااور رسول اللہؐ نے اس نشانی کو پہچان بھی لیا۔دوسرے یہ بات سمجھ سے بالاتر ہے کہ حضرت شیما نے نامحرموں کے سامنے کس طرح اپنی پیٹھ کھول کر رسول اللہؐ کو دکھائی۔ فتح مکہ کے اثر کے حوالے سے شبلی بیان کرتے ہیں:

''حضرت خالد کو آنحضرت نے یمن بھیجا تو فوج بھی ساتھ کر دی۔ لیکن تاکید کی کہ بہ جبر پیش نہ آئیں۔ چنانچہ پورے چھ مہینے تک ان کی دعوت پر کسی نے توجہ نہیں دی اور وہ کچھ نہ کرسکے۔ حضرت خالد سپہ سالار اور فاتح تھے لیکن واعظ اور صاحب ارشاد نہ تھے۔ اسی بناپر آنحضرت نے اب حضرت علی کو بھیجا۔انھوں نے قبائل کے سامنے جب اسلام کی تبلیغ کی تو دفعتہ ملک کا ملک مسلمان تھا۔'' (13)

شبلی کا یہ کہنا کہ رسول اللہؐ نے حضرت خالد کو بھیجا لیکن وہ مسلمان نہ کرسکے تو اس سے تو الزام رسول اللہؐ پر آتا ہے کہ انھوں نے غلطی سے حضرت خالد کو بھیج کر غلطی کی اور پھر حضرت علیؑ کو بھیج کر صحیح فیصلہ کیا۔اگر دقت نظر سے دیکھا جائے تو شبلی نے حضرت خالد کو اس خامی سے بچانے کی کوشش کی ہے کہ وہ ان لوگوں کو چھ مہینے تک تبلیغ کرنے کے باوجود مسلمان نہ کرسکے لیکن بالواسطہ طور پر رسول اللہ کو موردالزام ٹھہرایا ہے کہ گویا ان کا انتخاب غلط تھا کہ حضرت خالد کو بھیج دیااور یہ بات رسول اللہؐ نہ جان سکے کہ حضرت خالد ''سپہ سالار اور فاتح'' تو تھے لیکن ''واعظ اور صاحب ارشاد'' نہ تھے۔ تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ اس واقعہ سے پہلے مباہلہ کا واقعہ پیش آچکا تھا، جس میں نصاریٰ نے روحانی طور پر شکست کھائی تھی، چنانچہ علی نقی نقوی کہتے ہیں:

''مباہلہ کی روحانی جنگ میں رسول اللہؐ کی فتح جس میں حضرت علی ابن ابی طالبؑ کی شخصیت امتیازی طور پر مخالف حلقوں میں نمایاں ہو گئی تھی، اس کا اثر پورے یمن پر پڑنا ضروری تھااور یہ خدااور رسول کی حکیمانہ موقع شناسی ہے کہ اس اصول کے مطابق کہ لوہے پر ضرب اس وقت لگاو جب وہ گرم ہو، فوراً انہی حضرت علی ابن ابی طالب کو دعوت اسلامی کے لئے یمن بھیج دیا۔۔۔۔جس کے نتیجہ میں پورا ملک یمن چند روز میں فتح ہو گیا۔'' (14)

تاریخ کی صراحت ہے کہ آپ نے بس رسول اللہؐ کا خط پڑھ کر سنایا اور ایک دن میں پورے قبیلہ ہمدان نے اسلام قبول کرلیا۔ (15)

اسی طرح شبلی حجتہ الوداع کے موقع پر رسول اکرمؐ کے بارے میں کہتے ہیں کہ: ''بیچ میں روزانہ دستور کے خلاف عبادت شبانہ کے لئے بیدار نہ ہوئے۔ محدثین نے لکھا ہے کہ یہ ایک شب تھی جس میں آپ نے نماز تہجد ادا نہیں فرمائی۔'' (16)

شبلی نے اس روایت کا حوالہ نہیں دیا۔ یہاں بھی رسول اللہؐ کی خامی شبلی نے محدثین کے حوالے سے بیان کی ہے کہ رسول اللہؐ سے نماز تہجد ترک ہو گئی۔اگر شبلی اس بات کے قائل ہیں کہ رسول اللہؐ سے ایک شب ہی کے لئے سہی لیکن نماز شب ترک ہو گئی تھی تو رسول اللہؐ کو گویا انھوں نے عام انسانوں کی طرح سمجھ لیا ہے کہ جن سے غلطی بھی سرزد ہو جاتی ہے۔ شبلی رسول اکرمؐ کی وفات کے موقع پر کہتے ہیں:

''لوگوں نے دوا پلانی چاہی، چونکہ گوارانہ تھی آپ نے انکار فرمایا، اسی حالت میں غشی طاری ہو گئی، لوگوں نے منہ کھول کر دوا پلادی۔افاقہ کے بعد آپ کو احساس ہوا تو فرمایا کہ سب کو دوا پلائی جائے۔۔۔۔ محدثین اس واقعہ کو لکھ کر لکھتے ہیں کہ یہ بشریت کا اقتضاء تھا، یعنی جس طرح بیماروں میں نازک مزاجی آجاتی ہے۔آپ نے بھی اسی طرح یہ حکم دیا تھا، لیکن ہمارے نزدیک تو یہ تنک مزاجی نہیں بلکہ لطف طبع تھا۔'' (17)

گویا شبلی نے یہ تسلیم کرلیا ہے کہ رسول اللہؐ نے ایسا عمل انجام دیا تھا۔ محدثین نے تو یہ توجیح کی کہ بشریت کا تقاضا یہی تھا کہ بیماری میں تنک مزاجی آگئی اور شبلی کے نزدیک یہ ''لطف طبع'' تھا۔ شبلی نے لفظوں کی ادائیگی بڑے خوبصورت انداز میں کی ہے لیکن رسول اللہؐ کے اس عمل میں چونکہ

خامی نظر آتی ہے کہ انھوں نے دوا کی ناگواری کے سبب ایسا کیا کہ سب ہی کو زبردستی دوا پلادی۔ للذا اس حدیث کو ضعیف قرار دینے کے بجائے محدثین نے اسے تقاضائے بشریت اور تنک مزاجی کا نام دیا اور شبلی نے لطف طبع کا، لیکن تحقیق کی جائے تو ایسی روایت کہ جہاں رسول اللہ کی توہین ہو رہی ہو، وہاں روایت کو ہی ضعیف کہنا چاہئے لیکن شبلی نے ایسا نہیں کیا ہے اور محض لفاظی سے محدثین کی ہمنوائی اس صورت میں کی ہے کہ روایت کو قبول کیا ہے اور مخالفت اس صورت میں کی ہے کہ اپنی رائے محدثین کی رد میں پیش کی ہے۔ شبلی ''اخلاق نبوی'' کے باب میں کہتے ہیں:

''معوذ بن عفراء کی صاحبزادی (ربیع) کی جب شادی ہوئی تو آپ ان کے گھر تشریف لے گئے اور دلہن کے لئے جو فرش بچھایا گیا تھا اس پر بیٹھ گئے، گھر کی لڑکیاں آس پاس جمع ہو گئیں اور دف بجا بجا کر شہدائے بدر کا مرثیہ گانے لگیں۔ گاتے گاتے ایک نے یہ مصرعہ گایا: ''ہم میں ایک پیغمبر ہے جو کل کی باتیں جانتا ہے۔'' فرمایا یہ چھوڑ دو اور وہی کہو جو پہلے کہہ رہی تھیں۔'' ([18])

شبلی نے اس روایت کو صحیح مسلم۔ باب ضرب الدف فی النکاح کے حوالے سے بیان کیا ہے۔ اس روایت کو اگر قبول کرلیا جائے تو مندرجہ ذیل نتائج نکلتے ہیں:

۱۔ رسول اللہؐ اس فرش پر بیٹھ گئے، جو دلہن کے لئے بچھایا گیا تھا۔

۲۔ گھر کی لڑکیاں جو یقیناً رسول اللہؐ کی نامحرم تھیں، آپ کے ارد گرد جمع ہو گئیں۔

۳۔ رسول اللہؐ کے سامنے بدر کے شہیدوں کا مرثیہ لڑکیوں نے گانا شروع کردیا۔

۴۔ جب رسول اللہؐ کی تعریف میں ایک مصرعہ پڑھا گیا تو آپ نے اپنی تعریف پسند نہیں کی اور اس بات کو پسند فرمایا کہ جو گایا جارہا تھا، اسے جاری رکھا جائے۔

اگر دیکھا جائے تو اس میں مزید نقائص بھی سامنے آتے ہیں کہ اگر یہ جنگ بدر کے شہداء کا مرثیہ تھا تو اس کا ایک شادی کی تقریب میں گانا کیا معنی رکھتا تھا۔ دوسرے یہ کہ بدر میں لشکر کفار کے اہم افراد مارے گئے تھے اور ان کے لئے مکہ کے مشرکوں نے مرثیے کہے تھے جبکہ یہ بات تاریخ میں نظر انہیں آتی کہ بدر کے شہداء کے لئے بھی مرثیے کہے گئے ہوں بلکہ اس سے برعکس جنگ احد میں حضرت حمزہ کے حوالے سے مرثیہ کا ذکر زیادہ مشہور ہوا۔ رسول اکرمؐ کا دلہن کے لئے بنائی گئی جگہ آ کر بیٹھ جانا، غیر محرم لڑکیوں کا آپ کے گرد جمع ہو جانا، لڑکیوں کا آپ کے سامنے گانا گانا اور آپ کا منع نہ کرنا بلکہ اپنی تعریف کے بجائے گانا گانے پر آپ کا لڑکیوں سے اسرار کرنا۔ یہ وہ باتیں ہیں کہ جو ایک نبی کو کسی طرح بھی زیب نہیں دیتیں، لیکن شبلی نے اس روایت کی تردید نہیں کی بلکہ اس کو آپ کے اعلیٰ اخلاق کا ایک جز بنا کر پیش کیا ہے۔ اس روایت پر تحقیق سے یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ حافظ ابن حجر کہ جن کا حوالہ اکثر شبلی نے بھی دیا ہے، نے اس روایت کی توجیح اپنی شرح بخاری میں اس طرح قلمبند کی ہے:

۱۔ رسول اللہؐ نے اس محفل میں شرکت پردے کے پیچھے بیٹھ کر کی ہو گی۔

۲۔ ابھی آیہ حجاب نازل نہ ہوئی ہو گی کہ جس کی بنا پر رسولؐ نامحرم عورتوں سے پردہ کرتے۔

۳۔ اگر ضرورت واحتیاج ہو یا فتنہ و فساد کا خطرہ نہ ہو تو نامحرم عورتوں کی محفل میں شرکت اور ان پر نظر کر سکتے ہیں۔

ابن حجر اس کو نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں:

''رسول اللہؐ کے خصائص میں سے ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ آپ کے لئے اجنبی نامحرم عورتوں کے ساتھ خلوت میں رہنا سہنا جائز تھا اور آپ کے لئے خدا نے جائز کیا تھا کہ ان پر نظر کریں۔'' ([19])

حافظ بن حجر کی یہ تمام توجیحات بھی قابل فہم نہیں ہیں۔ان کے یہ تمام احتمالات رسول اللہؐ کی سچی سیرت پیش نہیں کرتے بلکہ رسول اللہؐ کی سیرت مزید داغدار ہو جاتی ہے۔ کسی تاریخ، سیرت اور حدیث کی کتاب میں یہ نہیں لکھا ہوا کہ رسول اللہؐ کے لئے نامحرم عورتوں کے ساتھ خدا نے خلوت جائز قرار دیا تھا۔ مستورات کے ساتھ برتاو کے ضمن میں شبلی عرض کرتے ہیں کہ :

''ایک دفعہ حضرت عائشہ کے گھر میں آپ منہ ڈھانک کر سو رہے تھے، عید کا دن تھا، چھوکریاں گا بجا رہی تھیں۔ حضرت ابوبکر آئے تو ان کو ڈانٹا، آنحضرت نے فرمایا "ان کو گانے دو، ان کی عید کا دن ہے۔'' ([20])

شبلی نے اس روایت کو صحیح مسلم۔کتاب العیدین کے حوالے سے بیان کیا ہے۔اس روایت کو اگر قبول کر لیا جائے تو مندرجہ ذیل نتائج برآمد ہوتے ہیں:

۱۔رسول اللہؐ عید کے دن منہ ڈھانکے سو رہے تھے۔

۲۔حضرت عائشہ جو رسول اکرمؐ کی بیوی تھیں، وہ ان لڑکیوں سے گانا سن رہی تھیں۔

۳۔حضرت ابوبکر نے آکر جب یہ تماشا دیکھا تو اپنی بیٹی کو ڈانٹا۔

۴۔رسول اللہؐ ان کی ڈانٹ سے بیدار ہو گئے۔

۵۔رسول اکرمؐ نے کہا کہ ان کی عید ہے انھیں گانے دو۔

اس روایت پر تحقیق سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ اسی جیسی دوسری روایات میں مسلمانوں کی عید کا ذکر آیا ہے۔یہ روایت بتاتی ہے کہ رسول اللہؐ مسلمانوں کی عید کے دن منہ ڈھانپے سو رہے تھے۔ حضرت ابوبکر نے تو اس عمل کو دیکھ کر حضرت عائشہ کو ڈانٹا لیکن رسول اللہؐ نے حضرت عائشہ ہی کی حمایت کی اور ان کو یہ اجازت دی کہ وہ لڑکیوں کا گانا سنیں۔ یہاں بھی حضرت ابوبکر رسول اللہؐ سے افضل نظر آتے ہیں اور حضرت عائشہ جو رسول اللہؐ کی بیوی ہیں، گانوں کو سنتی نظر آتی ہیں۔جب رسول اللہؐ کے گھر میں ایسا ماحول ہو تو اس نبی کی شان کس طرح سب انبیاء سے اعلیٰ کہی جا سکتی ہے اور وہ کس طرح تمام عالمین کے لئے نمونہ عمل بن سکتا ہے۔لہٰذا روایت کو ہی جھوٹا سمجھنا چاہئے۔اسی طرح ایک جگہ کہتے ہیں:

''حضرت عائشہ کمسنی میں بیاہ کر آئیں تھیں، محلّہ کی لڑکیوں کے ساتھ وہ کھیلا کرتی تھیں، آپ جب گھر میں تشریف لاتے تو لڑکیاں آپ کا لحاظ کرکے ادھر ادھر چھپ جاتیں، آپ انھیں تسکین دیتے اور کھیلنے کو کہتے۔'' ([21])

اس روایت کے لئے شبلی نے ''ابوداود۔کتاب الادب باب اللعب'' کا حوالہ دیا ہے۔اسی جیسی روایات صحیح بخاری میں بھی ہیں۔ ہم صرف ایک روایت نقل کرتے ہیں۔ حضرت عائشہ نے نقل کیا ہے:

''میں لڑکیوں کے ساتھ گڑیا گڈے کھیلا کرتی تھی اور جب رسول وارد ہوتے تھے تو وہ شرم کی وجہ سے ایک گوشے میں پنہاں ہو جاتیں، لیکن رسول میری سہیلیوں کو بلا کر کھیلنے کا شوق دلاتے اور ان کو ایک ایک کرکے میرے پاس بھیجتے اور فرماتے تھے کہ جاو عائشہ کے ساتھ کھیلو۔'' ([22])

اس کے علاوہ خود شبلی نے بھی اسی جیسی روایت کو ''ازواج مطہرات کے ساتھ معاشرت'' کے باب میں صحیح مسلم کے حوالے سے بھی بیان کیا ہے ([23])۔

شبلی کی بیان کردہ روایت سے ایک طرف تو زوجہ رسول پر حرف آتا ہے کہ وہ محلّہ کی لڑکیوں کے ساتھ کھیلتی تھی اور دوسری طرف رسول اللہؐ کی بھی توہین ہوتی ہے کہ جب محلّہ کی لڑکیاں اِدھر اُدھر چھپ جاتیں تو آپ ان کو تسکین دیتے اور ان کی حوصلہ افزائی فرماتے کہ وہ حضرت عائشہ کے ساتھ کھیلیں۔

شبلی کی سیرۃ النبی میں ایسی روایت بھی ملتی ہیں کہ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہؐ نے مہر کرنے کے لئے سب سے پہلے جو انگوٹھی بنوائی تھی ،وہ سونے کی تھی۔پھر بعد میں اتار کر پھینک دی کہ اب نہیں پہنوں گا۔([24])
شبلی نے اس روایت کے لئے "ابوداود ،کتاب الخاتم "کا حوالہ دیا ہے۔اسی طرح رسول اللہؐ کو جب کسی نے ریشم کا شلوکہ دیا تو آپ نے اسے پہن کر نماز پڑھائی۔پھر نماز سے فارغ ہونے کے بعد اسے انتہائی نفرت سے اتار کر پھینک دیا کہ یہ لباس پرہیز گاروں کے لئے مناسب نہیں۔([25])
شبلی نے اس روایت کے لئے صحیح بخاری کا حوالہ دیا ہے۔رسول اللہؐ کا سونے کی انگوٹھی پہننا، پھر اتار کر پھینک دینا، ریشمی لباس میں نماز پڑھانا، پھر اس سے کراہت کا اظہار کرنا۔ گویا اللہ کے رسول اپنے نفس پر قابو نہیں پاتے تھے۔یہ ایسی روایات ہیں کہ جو ایک نبی مکرم کو زیب نہیں دیتیں ، لیکن شبلی کہیں بھی ان روایات کو ضعیف نہیں کہتے۔اسی طرح شبلی کی سیرت میں ایسی روایت بھی ملتی ہے کہ غزوہ حنین سے واپسی پر ابو محذورہ جو کہ بقول شبلی اس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے، رسول اللہؐ نے ان کے خوش لحن ہونے کے سبب انھیں اذان سکھا کر فرمایا کہ جا کر حرم میں اسی طرح اذان دیا کرنا۔([26])
یہ روایت ''دار قطنی، باب الصلوۃ '' سے شبلی نے نقل کی ہے۔جب وہ اسلام ہی نہیں لائے تھے تو رسول اللہؐ نے کس طرح انھیں حرم میں اذان کے لئے مقرر کیا۔اسی طرح وہ ذکر کرتے ہیں کہ :
''ایک دفعہ اسود بن سریع جو شاعر تھے ،خدمت عالی میں آئے اور عرض کی کہ "میں نے خدا کی حمد و ثناء اور حضور کی مدح میں کچھ اشعار کہے ہیں ۔فرمایاہاں خدا کو حمد پسند ہے۔ اسود نے اشعار پڑھنے شروع کیے، اسی اثناء میں کوئی صاحب باہر سے آ گئے ،آپ نے اسود کو روک دیا، وہ کچھ دیر باتیں کر کے چلے گئے۔پھر اسود نے پڑھنے شروع کئے، وہ صاحب پھر آ گئے،آپ نے اسود کو روک دیا، دو تین دفعہ یہی (اتفاق) ہوا۔اسود نے عرض کی یہ کون صاحب ہیں جن کے لئے آپ مجھ کو بار بار روک دیتے ہیں، فرمایا یہ وہ شخص ہے جو فضول باتیں پسند نہیں کرتا۔'' ([27])
سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون شخص ہے کہ جو بار بار رسول اللہؐ کے پاس آ کر باتیں کرتا ہے لیکن اسے یہ ادب نہیں کہ رسول اللہ اسود سے اشعار سن رہے ہیں۔پھر یہ کہ جب اسود نے یہ کہا کہ اس نے خدا کی حمد اور رسول اللہؐ کی مدح میں اشعار کہے ہیں اور رسول اللہؐ نے بھی کہا کہ خدا کو حمد پسند ہے تو پھر کیوں کہا کہ اس شخص کو فضول باتیں پسند نہیں ہیں۔ گویا معاذاللہ خدا کی حمد اور رسول اللہؐ کی مدح گوئی فضول باتیں تھیں۔یہ روایت تو خود اللہ اور اس کے رسول کی مداح کی مخالفت کرتی ہے اور اسے ''فضول باتیں'' کہتی ہے جبکہ خود رسول اللہ یہ ''فضول باتیں'' سنتے ہیں اور اسے منع نہیں کرتے۔اس روایت میں اللہ اور اس کے رسول کی صاف توہین نظر آتی ہے۔ شبلی نے رسول اللہؐ کو اپنی سیرت میں جس حیثیت سے پیش کیا ہے،اس بارے میں ڈاکٹر سید عبداللہ کا یہ کہنا صحیح معلوم ہوتا ہے :
''انھوں نے آنخضرت کو ان کی جامعیت کبریٰ کے باوجود انسان اور بشر ہی تصور کیا ہے اور اسی حیثیت سے پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ شبلی نے آپ کو بشر نبی ایک ''عقل مند'' نبی تصور کیا ہے۔ اگرچہ آپ کی ذات روحانیت کامل اور نزاہت اور پاکیزگی کا ارفع اور اکمل نمونہ بھی تھی۔بشریت اور معقولیت کا یہ رجحان دبستان سر سید کا مشترک رجحان ہے۔''([28])
اہم بات یہ ہے کہ رسول اکرمؐ کی توہین پر مبنی زیادہ تر روایات شبلی نے صحیح بخاری اور صحیح مسلم سے نقل کی ہیں۔
ہم نے اس مقالے میں رسول اللہؐ کے متعلق شبلی کی سیرۃ النبی میں پائی جانے والی ان روایات کا تحقیقی جائزہ لیا ہے، جس میں پیغمبر اکرم کے حوالے سے ضعیف روایات پائی جاتی ہیں۔ان کی کتاب میں پائی جانے والی ان روایات سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کی فکری تربیت جس نہج پر ہوئی تھی ،اس

کے اثرات ان کی سیرۃ النبی میں بھی ظاہر ہوئے۔ اان روایات کی روشنی میں یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ شبلی کی کتاب سیرۃ النبی اردو ادب میں اگرچہ اہم مقام رکھتی ہے، تاہم ان کی کتاب کو رسول اللہؐ کی سچی سیرت قرار نہیں دیا جاسکتا۔

حوالہ جات

1 ۔ نعمانی، علامہ شبلی، سیرۃ النبی، ج۱، دارالاشاعت، اردو بازار، کراچی، مئی ۱۹۸۵، ص ۱۲۴

2 ۔ ایضاً، ص ۱۲۴

3 ۔ ایضاً، ص۱۹۵

4 ۔ ایضاً، ص۱۹۲

5 ۔ ایضاً، ص۲۳۳

6 ۔ القرآن، النجم، آیت ۳۔۴

7 ۔ القرآن، الدھر، آیت ۳۰

8 ۔ نعمانی، علامہ شبلی، سیرۃ النبی ، ج۱، ص ۲۳۳

9 ۔ ایضا، ج۲، ص ۲۰۴

10 ۔ ایضا ، ج۱، ص ۲۵۳

11 ۔ ایضا ج۲، ص۱۸۱

12 ۔ ایضا ج۱، ص ۳۱۱

13 ۔ ایضاً، ص۲۰

14 ۔ نقوی، مولانا علی نقی، تاریخ اسلام ، ج۴، محفوظ بک ایجنسی، مارٹن روڈ، کراچی، اشاعت اول ،۱۹۹۶، ص۴۸۵

15 ۔ ایضاً، ص۴۸۵

16 ۔ نعمانی، علامہ شبلی، سیرۃ النبی ، ج ۲، دارالاشاعت، اردو بازار ، کراچی، مئی ۱۹۸۵، ص۹۸

17 ۔ ایضاً، ص۱۱۲

18 ۔ ایضاً، ص۲۰۵

19 ۔ ابن حجر، فتح الباری، الثانیۃ، دار المعرفۃ للطباعۃ والنشر، بیروت - لبنان، کتاب النکاح، باب ضرب الدف فی النکاح والولیمۃ، ج۹، ص ۱۷۴

20 ۔ نعمانی، علامہ شبلی، سیرۃ النبی ، ج۲، دارالاشاعت، اردو بازار ، کراچی، مئی ۱۹۸۵ء، ص۲۳۵

21 ۔ ایضاً، ص ۲۳۲

22 ۔ بخاری، محمد بن اسماعیل ابوعبداللہ، صحیح بخاری ، دار ابن کثیر، الیمامۃ، بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۴۰۷ھ۔۱۹۸۷، تحقیق: مصطفیٰ دیب البغا، کتاب الادب، باب الانبساط الی الناس، ج۵، ص۲۲۷۰

23 ۔ نعمانی، علامہ شبلی، سیرۃ النبی ، ج۲، ص ۲۶۲

24 ۔ ایضاً، ص۲۰۰

25 ۔ ایضاً، ص۲۰۱

26 ۔ ایضاً، ص۱۸۱

27 ۔ ایضاً، ص۱۹۹

28 ۔ محمد عبداللہ، ڈاکٹر سید، سرسید احمد خان اور ان کے نامور رفقاء کی اردو نثر کا فنی اور فکری جائزہ ، ،سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۸ئ، ص۱۰۸۔